تقریر

تقریر بابت مسیح موعودؑ
وقت 5-7منٹ

حضرت مسیح موعودؑ کی احباب جماعت کو نصائح

(ملفوظات جلد2 ایڈیشن 1984ء)

(تقریر نمبر4)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ (البقرہ: 187)

کہ جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو یقیناً مَیں قریب ہوں۔ مَیں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ پس چاہئے کہ وہ بھی میری بات پر لبّیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ ہدایت پائیں۔

کوئی اس پاک سے جو دل لگاوے
کرے پاک آپ کو تب اس کو پاوے
پسند آتی ہے اس کو خاکساری
تذلل ہی رہِ درگاہِ باری

سامعین کرام! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیان فرمودہ ملفوظات کی دس جلدوں میں ذاتی اصلاح اور احباب جماعت کی تعلیم وتربیت و اصلاحِ احوال کے لئے بہت قیمتی نصائح موجود ہیں۔ ملفوظات جلد دوم کے ایڈیشن 1984ء سے چند اہم اور قیمتی نصائح پیش کرنے کا سلسلہ جاری ہے۔ آج کی تقریر ملفوظات جلد دوم میں بیان نصائح کی چوتھی تقریر ہے۔

بیعت کرنا تو ایک پوست ہے۔اصل مغز اس پر عمل ہے

حضورؑ فرماتے ہیں:

”یہ مت خیال کرو کہ صرف بیعت کر لینے سے ہی خدا راضی ہو جاتا ہے۔ یہ تو صرف پوست ہے۔ مغز تو اس کے اندر ہے۔ اکثر قانون قدرت یہی ہے کہ ایک چھلکا ہوتا ہے اور مغز اس کے اندر ہوتا ہے۔ چھلکا کوئی کام کی چیز نہیں۔ مغز ہی لیا جاتا ہے۔ بعض ایسے ہوتے ہیں کہ اُن میں مغز رہتا ہی نہیں اور مُرغی کے ہوائی انڈوں کی طرح جن میں نہ زردی ہوتی ہے نہ سفیدی جو کسی کام نہیں آسکتے اور ردّی کی طرح پھینک دیئے جاتے ہیں۔ ہاں ایک دومنٹ تک کسی بچّے کے کھیل کا ذریعہ ہو تو ہو۔ اِسی طرح پر وہ انسان جو بیعت اور ایمان کا دعویٰ کرتا ہے اگر وہ ان دونوں باتوں کا مغز اپنے اندر نہیں رکھتا تو اُسے ڈرنا چاہئے کہ ایک وقت آتا ہے کہ وہ اُس ہوائی انڈے کی طرح ذرا سی چوٹ سے چکنا چُور ہو کر پھینک دیا جائے گا۔

اسی طرح جو بَیعت اور ایمان کا دعویٰ کرتا ہے اُس کو ٹٹولنا چاہئے کہ کیا مَیں چھلکا ہی ہُوں یا مغز؟ جب تک مغز پیدا نہ ہو ایمان، محبت، اطاعت، بیعت، اعتقاد، مریدی، اسلام کا مدّعی سچا مدّعی نہیں ہے۔ یاد رکھو کہ یہ سچی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور مغز کے سوا چھلکے کی کچھ بھی قیمت نہیں۔ خوب یاد رکھو کہ معلوم نہیں۔ موت کس وقت آجاوے۔ لیکن یہ یقینی امر ہے کہ موت ضرور ہے۔ پس نِرے دعویٰ پر ہرگز کفایت نہ کرو اور خوش نہ ہو جاؤ۔ وہ ہرگز ہرگز فائدہ رساں چیز نہیں۔ جب تک انسان اپنے آپ پر بہت موتیں وارد نہ کرے اور بہت سی تبدیلیوں اور انقلابات میں سے ہو کر نہ نکلے۔ وہ انسانیّت کے اصل مقصد کو نہیں پاسکتا۔“

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 167)

انسان کے معنی اور اُسے نمونہ بننا چاہئے

فرماتے ہیں:

”انسان اصل میں اُنسان سے لیا گیا ہے یعنی جس میں دو حقیقی اُنس ہوں ایک اللہ تعالیٰ سے اور دوسرا بنی نوع کی ہمدردی سے۔ جب یہ دونوں اُنس اس میں پیدا ہو جاویں۔ اُس وقت انسان کہلاتا ہے اور یہی وہ بات ہے جو انسان کا مغز کہلاتی ہے اور اسی مقام پر انسان اُولُوا الْاَلْبَاب کہلاتا ہے۔ جب تک یہ نہیں کچھ بھی نہیں۔ ہزار دعویٰ کر دکھاؤ مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک، اس کے نبی اور اس کے فرشتوں کے نزدیک ہیچ ہے۔ پھر یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ تمام انسان نمونہ کے محتاج ہیں اور وہ نمونہ انبیاء علیہم السلام کا وجود ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر تھا کہ درختوں پر کلام الٰہی لکھا تا مگر اُس نے جو پیغمبروں کو بھیجا اور اُن کی معرفت کلام الٰہی نازل فرمایا۔ اس میں سرّ یہ تھا کہ تا انسان جلوۂ اُلوہیّت کو دیکھے جو پیغمبروں میں ہو کر ظاہر ہوتا ہے۔“

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 168)

محمدؐ اور احمدؐ کے ناموں میں نصائح

آپؑ فرماتے ہیں:

”آپؐ کے مبارک ناموں میں ایک سِرّ یہ ہے کہ محمدؐ اور احمدؐ جو دو نام ہیں۔ ان میں دو جُدا جُدا کمال ہیں۔ محمدؐ کا نام جلال اور کبریائی کو چاہتا ہے جو نہایت درجہ تعریف کیا گیا ہے اور اس میں ایک معشوقانہ رنگ ہے۔ کیونکہ معشوق کی تعریف کی جاتی ہے۔ پس اس میں جلالی رنگ ہونا ضروری ہے۔ مگر احمدؐ کا نام اپنے اندر عاشقانہ رنگ رکھتا ہے۔ کیونکہ تعریف کرنا عاشق کا کام ہے۔ وہ اپنے محبوب اور معشوق کی تعریف کرتا رہتا ہے اس لئے جیسے محمدؐ محبوبانہ شان میں جلال اور کبریائی کو چاہتا ہے اسی طرح احمدؐ عاشقانہ شان میں ہو کر غُربت اور انکساری کو چاہتا ہے۔ اس میں ایک سِرّ یہ تھا کہ آپؐ کی زندگی کی تقسیم دو حصّوں پر کر دی گئی ایک تو مکّی زندگی جو 13 برس کے زمانہ کی ہے اور دوسری وہ زندگی جو مدنی زندگی ہے اور وہ 10 برس کی ہے۔ مکّہ کی زندگی میں اسم احمدؐ کی تجلّی تھی۔ اس وقت آپؐ کی دن رات خدا تعالیٰ کے حضور گریہ و بُکا اور طلبِ استعانت اور دُعا میں گزرتی تھی۔ اگر کوئی شخص آپؐ کی اس زندگی کے بسر اوقات پر پُوری اطلاع رکھتا ہو تو اُسے معلوم ہو جائے گا کہ جو تضرّع اور زاری آپؐ نے اس مکّی زندگی میں کی ہے وہ کبھی کسی عاشق نے اپنے محبوب و معشوق کی تلاش میں کبھی نہیں کی اور نہ کر سکے گا۔ پھر آپؐ کی تضرّع اپنے لئے نہ تھی بلکہ یہ تضرّع دنیا کی حالت کی پوری واقفیت کی وجہ سے تھی۔ خدا پرستی کا نام و نشان چونکہ مٹ چکا تھا اور آپؐ کی روح اور خمیر میں اللہ تعالیٰ میں ایمان رکھ کر ایک لذّت اور سُرور آ چکا تھا اور فطرتاً دنیا کو اس لذّت اور محبّت سے سرشار کرنا چاہتے تھے۔ اُدھر دُنیا کی حالت کو دیکھتے تھے تو اُن کی استعدادیں اور فطرتیں عجیب طرز پر واقع ہو چکی تھیں اور بڑے مشکلات اور مصائب کا سامنا تھا۔ غرض دنیا کی اس حالت پر آپ گریہ وزاری کرتے تھے اور یہاں تک کرتے تھے کہ قریب تھا کہ جان نِکل جاتی۔ اسی کی طرف اشارہ کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ یہ آپ کی متضرّعانہ زندگی تھی اور اسم احمدؐ کا ظہور تھا۔ اس وقت آپؐ ایک عظیم الشان توجہ میں پڑے ہوئے تھے۔ اس توجہ کا ظہور مدنی زندگی اور اسم محمدؐ کی تجلّی کے وقت ہوا۔ جیسا کہ اس آیت سے پتہ لگتا ہے۔ وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ۔“

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 178-179)

فرمایا:

”لوگوں نے جو اپنے نام حنفی شافعی وغیرہ رکھے ہیں۔ یہ سب بدعت ہیں۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ہی نام تھے۔ محمد اور احمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ آنحضرتؐ کا اسم اعظم محمدؐ ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم اللہ ہے۔ اسم اللہ دیگر کل اسماء مثلاً حیّ، قیّوم، رحمٰن، رحیم وغیرہ کا موصوف ہے۔ حضرت رسول کریمؐ کا نام احمدؐ وہ ہے جس کا ذکر حضرت مسیحؑ نے کیا۔ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ (الصّف: 7)۔ مِنْۢ بَعْدِي کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ وہ نبی میرے بعد بلا فصل آئے گا یعنی میرے اور اُس کے درمیان اَور کوئی نبی نہ ہو گا۔ حضرت موسیٰؑ نے یہ الفاظ نہیں کہے۔ بلکہ اُنہوں نے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ (الفتح: 30) میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جب بہت سے مومنین کی معیت ہوئی جنہوں نے کفار کے ساتھ جنگ کئے۔ حضرت موسیٰؑ نے آنحضرت کا نام محمد بتلایا صلی اللہ علیہ وسلم۔ کیونکہ حضرت موسیٰؑ خود بھی جلالی رنگ میں تھے اور حضرت عیسیٰؑ نے آپ کا نام احمدؐ بتلایا کیونکہ وہ خود بھی ہمیشہ جمالی رنگ میں تھے۔ اب چونکہ ہمارا سلسلہ بھی جمالی رنگ میں ہے۔ اس واسطے اس کا نام احمدی ہوا۔

جمعہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پَیدا ہونے کا دن تھا اور یہی متبرک دن تھا۔ مگر پہلی اُمّتوں نے غلطی کھائی۔ کسی نے شنبہ کے دن کو اختیار کیا۔ کسی نے یکشنبہ کے دن کو۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصل دن کو اختیار کیا۔ ایسا ہی اسلامی فرقوں نے غلطی کھائی۔ کسی نے آپ کو حنفی کہا اور کسی نے مالکی اور کسی نے شیعہ اور کسی نے سُنّی۔ مگر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صرف دو ہی نام تھے۔ محمد اور احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے دو ہی فرقے ہو سکتے ہیں۔ محمدؐی یا احمدؐی۔ محمدؐی اُس وقت جب جلال کا اظہار ہو۔ احمدؐی اُس وقت جب جمال کا اظہار ہو۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 208- 209)

حضرت محمدؐ کی اطاعت اور اسلام کا نمونہ اپنے اندر پیدا کرو

آپؑ فرماتے ہیں:

"مَیں پھر اصل مطلب کی طرف رجوع کر کے کہتا ہوں کہ سعادت عظمٰی کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک ہی راہ رکھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی جاوے جیسا کہ اس آیت میں صاف فرما دیا۔ قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ (آل عمران: 32)۔ یعنی آؤ! میری پیری کرو تا کہ اللہ بھی تم کو دوست رکھے۔ اس کے یہ معنے نہیں ہیں کہ رسمی طور پر عبادت کرو۔ اگر حقیقت مذہب یہی ہے تو پھر نماز کیا چیز ہے اور روزہ کیا چیز ہے خود ہی ایک بات سے رُکے اور خود ہی کر لے۔ اسلام محض اس کا نام نہیں ہے۔ اسلام تو یہ ہے کہ بکرے کی طرح سر رکھ دے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا مرنا، میرا جینا، میری نماز، میری قربانیاں اللہ ہی کے لئے ہیں اور سب سے پہلے مَیں اپنی گردن رکھتا ہوں۔ یہ فخر اسلام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو اوّلیت کا ہے۔ نہ ابراہیمؑ کو نہ کسی اور کو۔ یہ اسی کی طرف اشارہ ہے۔ کُنۡتُ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیۡنَ الۡمَآءِ وَالطِّیۡنِ۔ اگرچہ آپؐ سب نبیوں کے بعد آئے۔ مگر یہ صدا کہ میرا مرنا اور میرا جینا اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ دوسرے کے مُنہ سے نہیں نکلی۔

اب دنیا کی حالت کو دیکھو کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنے عمل سے یہ دکھایا کہ میرا مرنا اور جینا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور یا اب دنیا میں مسلمان موجود ہیں۔ کسی سے کہا جاوے کہ کیا تُو مسلمان ہے؟ تو کہتا ہے۔ الحمد للہ۔ جس کا کلمہ پڑھتا ہے اس کی زندگی کا اصول تو خدا کے لئے تھا۔ مگر یہ دنیا کے لئے جیتا اور دنیا ہی کے لئے مرتا ہے اس وقت تک غرغرہ شروع ہو جاوے۔ دنیا ہی اس کی مقصود، محبوب اور مطلُوب رہتی ہے۔ پھر کیونکہ کہہ سکتا ہے کہ مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتّباع کرتا ہوں۔

یہ بڑی غور طلب بات ہے۔ اس کو سرسری نہ سمجھو۔ مسلمان بننا آسان نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اسلام کا نمونہ جب تک اپنے اندر پیدا نہ کرو۔ مطمئن نہ ہو۔

یہ صرف چھلکا ہی چھلکا ہے۔ اگر بدُون اتباع مسلمان کہلاتے ہو۔ نام اور چھلکے پر خوش ہو جانا دانشمند کا کام نہیں ہے۔ کسی یہودی کو ایک مسلمان نے کہا کہ تو مسلمان ہو جا۔ اُس نے کہا تو صرف نام ہی پر خوش نہ ہو جا۔ مَیں نے اپنے لڑکے کا نام خالد رکھا تھا اور شام سے پہلے ہی اُسے دفن کر آیا۔ پس حقیقت کو طلب کرو۔ بڑے ناموں پر راضی نہ ہو جاؤ۔ کس قدر شرم کی بات ہے کہ انسان عظیم الشان نبیؐ کا اُمّتی کہلا کر کافروں کی سی زندگی بسر کرے۔ تم اپنی زندگی میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ دکھاؤ وہی حالت پیدا کرو اور دیکھو! اگر وہی حالت نہیں ہے تو تم طاغوت کے پیرو ہو۔

غرض یہ بات اب بخوبی سمجھ میں آسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہونا انسان کی زندگی کی غرض وغایت ہونی چاہئے۔ کیونکہ جب تک اللہ تعالیٰ کا محبوب نہ ہو اور خدا کی محبّت نہ ملے کامیابی کی زندگی بسر نہیں کر سکتا اور یہ امر پیدا نہیں ہوتا جب تک رسول اللہؐ کی سچی اطاعت اور متابعت نہ کرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے دکھا دیا ہے کہ اسلام کیا ہے؟ پس تم وہ اسلام اپنے اندر پیدا کرو تا کہ تم خدا کے محبوب بنو۔

اب مَیں پھر بتانا چاہتا ہوں کہ حمد ہی سے محمدؐ اور احمدؐ نکلا ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے۔ گویا حمد کے دو مظہر ہوئے اور پھر الحمد للہ کے بعد اللہ تعالیٰ کی چار صفتیں رب العالمین، الرحمن، الرحیم، مالك یوم الدین بیان کی ہیں۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 186-188)

نوافل کی اہمیت

فرمایا:

"ایک فرائض ہوتے ہیں دوسرے نوافل۔ یعنی ایک تو وہ احکام ہیں جو بطور حق واجب کے ہیں اور نوافل وہ ہیں جو زائِد از فرائض ہیں اور وہ اس لئے ہیں کہ تا فرائض میں اگر کوئی کمی رہ گئی ہو تو نوافل سے پُوری ہو جاوے۔ نوافل متمِّم فرائض ہوتے ہیں۔ نفل کے وقت دل میں ایک خشوع اور خوف ہوتا ہے کہ فرائض میں جو قصور ہوا ہے وہ اب پورا ہو جائے۔ یہی وُہ راز ہے جو نوافل کو قُربِ الٰہی کے ساتھ بہت بڑا تعلق ہے گویا خشوع اور تذلّل اور انقطاع کی حالت اس میں پیدا ہوتی ہے اور اسی لئے تقرُّب کی وجہ میں ایّام بیض کے روزے شوال کے چھ روزے یہ سب نوافل ہیں۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 198-199)

اصلاح کے لئے صبر شرط ہے

فرمایا:

"نہایت ہی بدقسمت ہے وہ انسان جو حق کی طلب کے لئے نکلے اور پھر حُسن ظن سے کام نہ لے۔ ایک کُل گو ہی کو دیکھو کہ اس کو مٹی کا برتن بنانے میں کیا کچھ کرنا پڑتا ہے۔ دھوبی ہی کو دیکھو کہ وہ ایک ناپاک اور میلے کچیلے کپڑے جب صاف کرنے لگتا ہے تو کس قدر کام اس کو کرنے پڑتے ہیں۔ کبھی کپڑے کو بھٹی پر چڑھاتا ہے۔ کبھی اس کو صابن لگاتا ہے۔ پھر اس کی میل کچیل کو مختلف تدبیروں سے نکالتا ہے۔ آخر وہ صاف ہو کر سفید نِکل آتا ہے اور جس قدر میل اس کے اندر ہوتی ہے۔ سب نِکل جاتی ہے۔ جب ادنیٰ ادنیٰ چیزوں کے لئے اس قدر صبر سے کام لینا پڑتا ہے تو پھر کس قدر نادان ہے وہ شخص جو اپنی زندگی کی اصلاح کے واسطے اور دل کی غلاظتوں اور گندگیوں کو دُور کرنے کے لئے یہ خواہش کرے کہ یہ پُھونک مارنے سے نِکل جائیں اور قلب صاف ہو جائے۔

یاد رکھو! اصلاح کے لئے صبر شرط ہے۔ پھر دوسری بات یہ ہے کہ تزکیہٴ اخلاق اور نفس کا نہیں ہو سکتا جب تک کہ کسی مزکّی نفس انسان کی صُحبت میں نہ رہے۔ اوّل دروازہ جو کُھلتا ہے وہ گندگی دُور ہونے سے کُھلتا ہے۔ جن پلید چیزوں کو مُناسبت ہوتی ہے وہ اندر رہتی ہیں۔ لیکن جب کوئی تریاقی صُحبت مل جاتی ہے تو اندرونی پلیدی رفتہ رفتہ دُور ہونی شروع ہوتی ہے۔ کیونکہ پاکیزہ رُوح جس کو قرآن کریم کی اصطلاح میں رُوح القدس کہتے ہیں۔ اس کے ساتھ تعلق نہیں ہو سکتا جب تک کہ مناسبت نہ ہو۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ تعلق کب پیدا ہو جاتا ہے۔ ہاں! خاک شو پیش از انکہ خاک شوی پر عمل ہونا چاہئے۔ اپنے آپ کو اس راہ میں خاک کر دے اور پُورے صبر اور استقلال کے ساتھ اس راہ میں چلے۔ آخر اللہ تعالیٰ اس کی سچی محنت کو ضائع نہیں کرے گا اور اس کو وہ نُور اور روشنی عطا کرے گا جس کا وہ جویا ہوتا ہے۔ مَیں تو حیران ہو جاتا ہوں اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ انسان کیوں دلیری کرتا ہے جبکہ وہ جانتا ہے کہ خدا ہے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 229-230)

مرکز بار بار آنے کی نصیحت

آپؑ فرماتے ہیں:

"درحقیقت یہ ایک بہت ہی ضروری امر ہے اگر خدا تعالیٰ کسی کو توفیق دے اور وہ اس کو سمجھ لے کہ بار بار آنے کی کِس قدر ضرورت ہے۔ اس سے یہی نہ ہو گا کہ وہ اپنے نفس کے لئے فائدہ پہنچائے گا بلکہ بُہتوں کو فائدہ پہنچا سکے گا۔ کیونکہ جب تک خود ایک معرفت اور بصیرت پیدا نہ ہو وہ دوسروں کو کیا راہ بتائے گا۔ یہی وجہ ہوتی ہے کہ بعض شریر الطبع لوگ ایسے آدمیوں کو جن کو بار بار آنے کی عادت نہیں کوئی سوال کرتے ہیں۔ چونکہ انہوں نے جوابات سُنے ہوئے نہیں ہوتے اور ساکت ہو کر نہ خود خفّت اُٹھاتے ہیں بلکہ دوسروں کے لئے جو دیکھنے اور سننے والے ہوتے ہیں ٹھوکر کا مُوجب ہو جاتے ہیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُس خفّت اور سکُوت سے ایمان پر ایک زد پڑتی ہے اور اس میں کمزوری شروع ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب انسان مغلوب ہو جاتا ہے۔ تو وہ غالب کے اثر سے بھی متاثر ہو جاتا ہے۔ بسا اوقات اُس کے دل کو وہ اثر سیاہ کر دیتا ہے اور پھر قاعدہ کے موافق وہ تاریکی بڑھنے لگتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر اُسی میں اُس کو موت آجائے تو وہ جہنّم میں داخِل ہو جاتا ہے۔ اِن ساری باتوں پر غور کر کے ایک دانشمند اس نتیجہ پر ضرور پہنچے گا کہ اس بات کی بہت بڑی ضرورت ہے ان زہروں کے دُور کرنے واسطے جو رُوح کو تباہ کرتی ہیں۔ کسی تریاقی صُحبت کی ضرورت ہے۔ جہاں رَہ کر انسان مُہلکات کا علم بھی حاصِل کرتا ہے اور نجات دینے والی چیزوں کی معرفت بھی کر لیتا ہے۔ اسی واسطے ایک عرصہ سے میرے دل میں یہ بات ہے اور مَیں سوچتا ہوں کہ اپنی جماعت کا امتحان سوالات کے ذریعہ سے لُوں۔ چنانچہ مَیں نے اس تجویز کا کئی بار ذکر بھی کیا ہے۔ اگرچہ ابھی مجھے موقع نہیں ملا۔

لیکن یہ بات میرے دل میں ہمیشہ رہتی ہے۔ کہ ایک بار سوالات کے ذریعہ آزما کر دیکھو کہ جو کچھ ہم پیش کرتے ہیں اسکے متعلق ان کو کہاں تک علم ہے اور انہوں نے ہمارے مقاصد اور اغراض کو کہاں تک سمجھا ہے اور جو اعتراض اندرُونی یا بیرونی طور پر کئے جاتے ہیں اُن کی مدافعت کہاں تک کر سکتے ہیں۔ اگر چالیس آدمی بھی ایسے نِکل آویں جن کے نفس منوّر ہو جاویں اور پُوری بصیرت اور معرفت کی روشنی انہیں مل جائے تو بہت کچھ فائدہ پہنچا سکیں گے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 257-258)

پاک تبدیلی پیدا کرو

فرمایا:

"پس بے خوف ہو کر مَت رہو۔ استغفار اور دُعاؤں میں لگ جاؤ اور ایک پاک تبدیلی پیدا کرو۔ اب غفلت کا وقت نہیں رہا۔ انسان کو نفس جھوٹی تسلّی دیتا ہے کہ تیری عُمر لمبی ہو گی۔ مَوت کو قریب سمجھو۔ خدا کا وجود برحق ہے۔ جو ظُلم کی راہ سے خدا کے حقوق دوسروں کو دیتا ہے وہ ذلّت کی مَوت دیکھے گا۔ اب جیسا کہ سورۃ فاتحہ میں تین گروہ کا ذکر ہے۔ ان تین کا ہی مزہ چکھادے گا۔ اس میں جو آخر تھے وہ مقدّم ہو گئے۔ یعنی ضالّین۔ اسلام وُہ تھا کہ ایک شخص مُرتد ہو جاتا تو قیامت برپا ہو جاتی تھی۔ مگر اب بیس لاکھ عیسائی ہو چکے ہیں اور خود ناپاک ہو کر پاک وجود کو گالیاں دی جاتی ہیں۔ پھر مغضوب کا نمونہ طاعُون سے دکھایا جارہا ہے۔ اس کے بعد انعمت علیہم کا گروہ ہے۔

یہ قاعِدہ کی بات ہے اور خدا کی قدیم سے سنّت چلی آتی ہے کہ جب وہ کسی قوم کو مخاطب کر کے کہتا کہ یہ کام نہ کرنا تو اس قوم میں سے ایک گروہ خدا کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ کوئی قوم ایسی دکھاؤ کہ جس کو کہا گیا کہ تم یہ کام نہ کرنا اس نے نہ کیا ہو۔ خدا نے یہودیوں کو کہا کہ تحریف نہ کرو۔ اُنہوں نے تحریف کی۔ قرآن کی نسبت یہ نہیں کہا بلکہ یہ کہا اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ۔ غرض دُعاؤں میں لگے رہو کہ خدا تعالیٰ انعمت علیہم کے گروہ میں داخل کرے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 265-266)

حقہ نوشی

فرمایا:

"اس کا ترک اچھّا ہے۔ ایک بدعت ہے۔ منہ سے بُو آتی ہے۔ ہمارے والد صاحب مرحوم اس کے متعلق ایک شعر اپنا بنایا ہوا پڑھا کرتے تھے جس سے اس کی بُرائی ظاہر ہوتی ہے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 339)

(کمپوزڈ: منہاس محمود۔ جرمنی)